© rasailojaraid.com

مدیر اعلیٰ کے قلم سے

دہشت گردی سے متعلق بااثر حلقوں کی دوہری پالیسی

اوراس کے مضمرات

عیدالاضحیٰ کے روز کراچی میں ایم کیوایم کے رکن صوبائی اسمبلی خواجہ اظہارالحسن پر قاتلانہ حملہ ہوا، وہ خود تو بال بال بچ گئے مگرایک پولیس اہل کاراورایک کم سن بچہ جاں بحق ہو گئے، جبکہ جوابی فائرنگ میں ایک حملہ آور شدید زخمی ہوکر پکڑا گیااور مبینہ طور پرلوگوں کے تشدد سے مارا گیا۔حملہ آوردہشت گردکی شناخت حسان اسرار کے نام سے ہوئی جو پی ایچ ڈی ڈاکٹراورانجینئرنگ یونیورسٹی کا پروفیسر تھا، جبکہ حملہ آورکا ایک اور ساتھی فرار ہونے میں کامیاب ہوگیا۔اس کی شناخت عبدالکریم سروش صدیقی کے نام سے ہوئی اوروہ جامعہ کراچی میں اپلائیڈ فزکس کا طالب علم تھا۔

ان دوافرادکی شناخت کے بعد تفتیشی عمل کے دوران اس گروہ کے جتنے افراد بھی پکڑے گئے ان سب کا تعلق اعلیٰ عصری جامعات سے تھا،مثلاً اس گروہ کا جوسربراہ پکڑا گیااس کا نام ڈاکٹرعبداللہ ہاشمی تھااوراس نے جامعہ کراچی سے اپلائیڈفزکس میں ماسٹرزڈگری حاصل کی تھی۔دہشت گردوں کےاس گروہ کاایک کارندہ کوئٹہ سے گرفتار کیا گیا، جوآئی ٹی یونیورسٹی کا پروفیسر تھا۔ایک اورکارندہ جامعہ کراچی کی اسٹاف کالونی سے گرفتار کیا گیا، وہ لندن کی ایک یونیورسٹی کاتعلیم یافتہ اور جامعہ کراچی کے کلیہ اسلامک اسٹڈیز کے سابق ڈین کا بیٹا ہے۔میڈیا رپورٹس کے مطابق اس گروہ میں بعض طالبات بھی تھیں جنہیں گرفتار کیا گیا،ان کاتعلق بھی عصری جامعات سے ہے۔

ہم یہاں یہ بھی بتاتے چلیں کہ کراچی میں ہی سانحہ صفورہ گوٹھ پیش آیا تھا،اس اندوہناک واقعے میں پچاس کے قریب جانیں چلی گئی تھیں،اس واقعے میں ملوث تمام افراد بھی اعلیٰ عصری اداروں کے تعلیم یافتہ تھے۔کچھ عرصہ قبل پنجاب یونیورسٹی میں گرینڈ آپریشن کیا گیا تھا، اطلاعات تھیں کہ یہاں بھی دہشت گرد پنپ رہے ہیں۔ یہاں سے بھی کالعدم تنظیموں سے تعلق رکھنے والے طلباء پکڑے گئے تھے۔

یہ ساری تفصیل اس بات کی غماز ہے کہ وطن عزیز پاکستان میں جاری تشدداوردہشت گردی کاتعلق کسی

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایک مذہبی گروہ، مسلک یا مذہب سے نہیں بلکہ یہ رویہ پاکستان کے عصری تعلیم یافتہ افراد میں بھی موجود ہے، اس بات کا اعتراف اعلیٰ سیکورٹی حکام کو بھی ہے۔ چند ماہ قبل کراچی میں حساس اداروں کے اعلیٰ اہل کاروں کا ایک سیمینار ہوا تھا، اس سیمینار میں راجہ عمر خطاب جیسے افسران نے شرکت کی تھی، سیمینار کے شرکاء اس بات پر متفق تھے کہ دہشت گردی کا عضراب مدارس سے موو کر کے اعلیٰ عصری تعلیمی اداروں اور معاشرے کے پڑھے لکھے طبقے میں میں داخل ہو چکا ہے۔

سانحہ اے پی ایس پشاور کے بعد جب نیشنل ایکشن پلان ترتیب دیا گیا تو اس میں سرفہرست دینی مدارس کو رکھا گیا اور ایک طرح سے نشان زد کر دیا گیا کہ پاکستان میں قائم دینی مدارس العیاذ باللہ دہشت گردی کے اڈے ہیں۔ ہم نے اس وقت بھی مقتدر حلقوں کو باور کرانے کی کوشش کی تھی کہ دہشت گردی کو صرف دینی مدارس سے نہ جوڑا جائے، معاشرے کا جو بھی فرد اس مذموم عمل میں شریک ہو اسے کٹہرے میں لایا جائے، مگر بطور ادارہ نہ تو کسی دینی مدرسہ کی ایسی کوئی پالیسی ہے اور نہ ہی پورے ادارے کو ملوث قرار دیا جا سکتا ہے۔ دہشت گرد خواہ مسجد مدرسے میں ہو ،خواہ کالج یونیورسٹی میں ہو یا عام افراد میں سے ہو، سب کے ساتھ یکساں سلوک روا رکھا جائے، مگر بطور ادارہ یا مسلک کسی کو مطعون نہ کیا جائے...... مگر اس وقت ہماری بات سنی اَن سنی کر دی گئی اور پاکستان بھر میں بالعموم اور پنجاب میں بالخصوص مدارس کے خلاف آپریشن ہوئے، حتیٰ کہ طالبات کے مدارس میں پولیس نے آدھی رات میں چھاپے مار کر معصوم بچیوں کو ہراساں کیا۔ چادر اور چار دیواری کا تقدس پامال کیا۔ حفظ قرآن کے وہ معصوم بچے جو دہشت گردی کے مفہوم سے بھی ناآشنا ہیں، انہیں لائن میں کھڑا کر کے ان کے کوائف لئے گئے اور ان کے سامان کی تلاشی لی گئی۔

کراچی کے حالیہ واقعہ کے بعد حکومتی اداروں کا ایک خاص رویہ کھل کر سامنے آیا ہے۔ ہم آئندہ سطور میں واضح کریں گے کہ مقتدر حلقے دینی مدارس اور ان کے طلبہ کے ساتھ امتیازی سلوک روا رکھتے ہیں۔ عیدالاضحیٰ کے روز پیش آئے واقعے میں ملوث تمام افراد اعلیٰ عصری تعلیم یافتہ تھے، چناں چہ سیکورٹی حکام میں تشویش کی لہر دوڑ گئی اور حکومت نے سندھ کے تمام جامعات اور کالجوں کے طالب علموں کی اسکریننگ کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں قومی اخبارات میں جو خبر شائع ہوئی وہ یوں تھی:

''دہشت گردی کے واقعات میں اعلیٰ تعلیمی اداروں میں زیر تعلیم طلبہ اور اساتذہ کے ملوث ہونے پر مقتدر حلقوں میں تشویش کی لہر دوڑ گئی ہے اور کراچی کے حالیہ واقعہ کے بعد مقتدر حلقوں نے جامعات اور انسٹی ٹیوٹس کے اساتذہ پر نظر رکھنے کا فیصلہ کیا ہے، تاکہ ان کے شدت پسندی کے رجحانات کا پتہ چلایا جا سکے۔ اس حوالے سے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

جامعات اور انسٹی ٹیوٹس اساتذہ کا پورا تعلیمی ریکارڈ اور سیاسی و مذہبی وابستگی جانچی جائے گی اور ایک فہرست مرتب کی جائے گی۔ اس سلسلے میں جامعات کے وائس چانسلرز کو بھی خصوصی ذمہ داری ادا کرنے کو کہا جائے گا۔ ادھر وزیر اعلیٰ سندھ مراد علی شاہ نے واضح کیا کہ کراچی یونیورسٹی کے طالب علم کا واقعہ میں ملوث ہونے پر اب جامعات کو بھی دیکھنا ہوگا کہ یہ دہشت گردوں کی افزائش گاہ تو نہیں؟ (روزنامہ جنگ۔5 ستمبر 2017ء)

اس خبر کی اشاعت اور سندھ حکومت کے فیصلوں پر جامعہ کراچی میں وائس چانسلر کی صدارت میں اجلاس ہوا، اور انہوں نے عندیہ دیا کہ سیکورٹی اداروں کے ساتھ مکمل تعاون کیا جائے گا۔ جامعہ کراچی کے اس فیصلے کے سامنے آنے کے بعد پاکستان کے مقتدر ترین ادارے سینٹ کے چیئر مین رضا ربانی نے تشویش کا اظہار کیا اور سیکیورٹی اداروں کے اس فیصلے کو نامناسب قرار دیتے ہوئے جامعہ کراچی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اجمل کو ایک خط لکھا، میڈیا رپورٹس کے مطابق:

''چیئر مین سینٹ رضا ربانی نے جامعہ کراچی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اجمل کی زیر صدارت گزشتہ روز ہونے والے اجلاس کے فیصلوں کی خبروں پر گہری تشویش کا اظہار کیا ہے کہ کراچی یونیورسٹی کے طالب علموں کا ریکارڈ حساس اداروں کو دینا افسوس ناک امر ہوگا۔ یونیورسٹی طلباء کا ریکارڈ انٹیلی جنس ایجنسیوں کو دیے جانے اور داخلے کے وقت مقامی پولیس اسٹیشن سے کریکٹر سرٹیفکیٹ لینا قابل تشویش ہے۔ چیئر مین سینٹ نے لکھا کہ دونوں ادارے ریاست کے سخت ادارے ہیں اور اداروں سے طلبہ کے رابطے کے باعث ان میں بے چینی بڑھے گی'' (روزنامہ جنگ کراچی۔7 ستمبر 2017ء)

چیئر مین سینٹ کا خط ملنے کے فوراً بعد جامعہ کراچی کے وائس چانسلر ڈاکٹر اجمل نے موقف اختیار کیا کہ:

''طلبہ کا ریکارڈ قانون نافذ کرنے والے اداروں کو نہیں دیا جائے گا۔ کسی غیر سنجیدہ طالب علم کی وجہ سے پوری جامعہ پر سوال نہیں اٹھایا جاسکتا'' (روزنامہ جنگ 8 ستمبر 2017ء)

سماجی حلقوں میں بھی حکومت سندھ کے فیصلے پر تشویش کی لہر دوڑ گئی اور سوشل میڈیا پر اس فیصلے کے خلاف آراء کا طومار بندھ گیا۔ ''دلیل'' یہی دی گئی کہ کسی فرد کے انفرادی فعل کو پورے ادارے پر چسپاں نہیں کیا جاسکتا۔ یہ تعلیمی اداروں کی توہین اور ان کے تقدس کی پامالی ہے۔ چناں چہ اس احتجاج کے بعد 9 ستمبر کو ڈی جی رینجرز سندھ میجر جنرل محمد سعید نے میڈیا سے گفتگو کرتے ہوئے کہا:

''انصار الشریعہ کے سات لڑکے کراچی سے ہیں، ان میں تین لڑکے ایسے ہیں جنہوں نے اپلائیڈ فزکس میں ماسٹرز کیا۔ تمام لوگ پڑھے لکھے تھے۔ ان کا تعلق کسی ایک جامعہ سے نہیں ہے، بلکہ مختلف تعلیمی ادارں سے ہے۔

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

انہوں نے کہا کہ طلبہ پریشان نہ ہوں، رینجرز یا کسی ادارے نے جامعہ کراچی سے طلبہ کا ریکارڈ نہیں مانگا"۔(روزنامہ جنگ، ایکسپریس، امت، 9 ستمبر 2017ء)

یہ ساری تفصیل آپ کے سامنے رکھنے کا مقصد یہ ہے کہ وہی بات، وہی دلیل جو کل تک ہم مقتدر حلقوں کے سامنے، ٹی وی چینلوں پر، اخباری بیانات کے ذریعے باور کرانے کی کوشش کر رہے تھے مگر کہیں بھی ہماری شنوائی نہیں ہوئی اور مدارس دینیہ کو بطور"ادارہ" ہدف قرار دیا گیا اور ان کے خلاف بھرپور کارروائیاں بھی ہوئیں۔ اب جب کہ یہ بات کھل کر سامنے آ گئی ہے اور خود حکومتی حلقے بھی سمجھ رہے ہیں کہ دہشت گردی کا عفریت عصری تعلیمی اداروں میں سرایت کر چکا ہے، پے در پے واقعات بھی اس کی تصدیق کر رہے ہیں، مگر یہاں ہماری ہی دلیل کو نہ صرف تسلیم کیا جا رہا ہے بلکہ حکومت سندھ کے فیصلے پر چیئر مین سینٹ نے (جو دمِ تحریر قائم مقام صدرِ پاکستان بھی ہیں) ناراضی کا اظہار بھی کر رہے ہیں۔

اب اس رویے کو دوہری اور دوغلی پالیسی نہ کہا جائے تو پھر کیا کہا جائے؟ دینی مدارس اور ان کے لاکھوں طلبہ اسی ملک کے ادارے اور اسی پاک وطن کے باسی ہیں، ان کے بھی اتنے ہی حقوق ہیں جتنے کہ عصری تعلیمی اداروں کے طلبہ کے...... ہم نہیں کہتے کہ سرکاری جامعات کے طلبہ کا ریکارڈ لازماً حساس اداروں کو دیا جائے یا ان جامعات کے تمام طلبہ کی اسکریننگ کی جائے، یہاں بھی ہم یہی کہیں گے کہ سیکیورٹی ادارے صرف ملوث افراد تک اپنا تفتیشی ارتکاز رکھیں۔ محض چند طلبہ کی وجہ سے اداروں کو موردِ الزام نہ ٹھہرائیں...... ہاں البتہ ہم یہ ضرور کہیں گے کہ یہی رویہ دینی مدارس کے ساتھ بھی اپنایا جائے۔ دوغلی اور دوہری پالیسی نہ اپنائی جائے، مگر کیا کیجئے کہ عین انہی دنوں جب کراچی میں اعلیٰ تعلیم یافتہ دہشت گردوں کے خلاف کارروائی جاری تھی دینی مدارس کے حوالے سے تشویش ناک خبر آئی، جس نے حکومتی رویے کے دوغلے پن کے تاثر کو مزید گہرا کر دیا ہے، آپ خبر ملاحظہ کیجئے:

"آئی جی سندھ اے ڈی خواجہ کی زیر صدارت اجلاس میں سندھ میں قائم دینی مدارس میں اصلاحات متعارف کرانے کے حوالے سے جملہ ضروری اقدامات کا مختلف حوالوں سے جائزہ لیا گیا اور مزید احکامات دیے گئے۔ اجلاس میں ایڈیشنل آئی جی سی ٹی ڈی ڈاکٹر ثناء اللہ عباسی، ایڈیشنل آئی جی اسپیشل برانچ ڈاکٹر ولی اللہ دل، ڈی آئی جی ہیڈ کوارٹر سندھ، آئی جی فنانس، ڈی آئی جی اسپیشل برانچ، اے آئی جی آپریشنز سندھ، آئی جی ایڈمن سی پی او، اے آئی جی اسٹیبلشمنٹ سندھ کے علاوہ آئی جی لیگل نے بھی شرکت کی۔ آئی جی سندھ نے اجلاس میں شریک افسران کو ہدایات دیں کہ صوبے میں قائم تمام دینی مدارس میں اصلاحات کے حوالے سے جامع سفارشات پر مشتمل مسودہ جلد ارسال کیا جائے۔ اجلاس کو بتایا گیا کہ اصلاحات کے مطابق سرکاری اراضی پر مدرسہ کا قیام حکومت سندھ

© rasailojaraid.com